فتاویٰ امن پوری (قسط ۸۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نکاح کے وقت جتنا مہر طے ہوا تھا، اس کا ایک حصہ شوہر نے ادا کر دیا، تو کیا طلاق کی صورت میں شوہر پر بقیہ مہر دینا بھی لازم ہوگا؟

جواب: مدخولہ پورے مہر کی حق دار ہے، طلاق یا وفات شوہر کی صورت میں اسے مہر کی بقیہ رقم بھی ادا کی جائے گی۔

سوال: ایک شخص نے اپنے داماد سے کہا کہ میری بیٹی کو طلاق دے دو، داماد نے کہا کہ اگر مہر معاف کر دو، تو میں طلاق دے دیتا ہوں، تو زوجہ کے باپ نے ضامن ہو کر کہا کہ میں اپنی بیٹی سے مہر معاف کرا دوں گا، اب شوہر نے طلاق دے دی، مگر بیوی نے حق مہر معاف نہیں کیا اور مطالبہ کر رہی ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: طلاق تو ہوگئی ہے، البتہ اگر بیوی نے حق مہر معاف نہیں کیا، تو وہ شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کر سکتی۔

سوال: اگر خنثیٰ سے نکاح ہو جائے، تو کیا وہ مہر کی حق دار ہوگی؟

جواب: خنثیٰ سے نکاح نہیں ہوتا اور نہ اس سے خلوت صحیحہ ہو سکتی ہے، لہٰذا یہ بالکل مہر کی حق دار نہیں، نہ نصف مہر کی اور نہ پورے مہر کی۔

سوال: کیا ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

جواب: ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

''تین چیزوں کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، ان کا مذاق بھی حقیقت ہے۔

۱۔نکاح ۲۔طلاق ۳۔رجوع۔''

(سنن أبي داود : ۲۱۹۴، سنن التّرمذي : ۱۲۲۵، سنن ابن ماجه : ۲۰۳۹، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : ۵۸/۲، سنن الدّارقطني : ۲۵۶/۳ـ۲۵۷، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام ابن جارود رحمہ اللہ (۷۱۲) نے ''صحیح''، اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۲/۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔(التّلخيص الحبير : ۲۱۰/۳)

عبد الرحمٰن بن حبیب بن اردک ''حسن الحدیث'' ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ .

''اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر علما کا اسی پر عمل ہے۔''

حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ صَرِيحَ لَفْظِ الطَّلَاقِ إِذَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فَإِنَّهٗ مُؤَاخَذٌ بِهٖ وَلَا يَنْفَعُهٗ أَنْ يَّقُولَ : كُنْتُ لَاعِبًا أَوْ هَازِلًا أَوْ لَمْ أَنْوِ بِهٖ طَلَاقًا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ .

''تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ طلاق کا صریح لفظ جب کسی بالغ عاقل کی زبان پر

جاری ہو جائے، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ گو وہ کہتا پھرے کہ میں نے مذاق کیا تھا یا طلاق کی نیت ہی نہیں کی تھی، یا اس طرح کی کوئی اور بات کرے۔‘‘

(مَعالِم السّنن : ٢٤٣/٣، شرح السّنة للبَغَوي : ٢٢٠/٩)

(سوال): حالتِ حمل میں طلاق ہوئی، تو دورانِ عدت نان ونفقہ کس کے ذمہ ہوگا؟

(جواب): حالتِ حمل میں طلاق ہو جانے کی صورت میں دوران عدت، عدت خواہ طلاق رجعی کی ہو یا طلاق بائن کی، ہر دو صورت نان ونفقہ خاوند کے ذمہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ .

(الطّلاق : ٦)

’’عورتیں حاملہ ہوں، تو وضعِ حمل تک ان کا نفقہ تم پر واجب ہے۔‘‘

(سوال): رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے، تو عدت ہوگی؟

(جواب): رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے، تو عدت نہیں ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾(الأحزاب : ٤٩)

’’مؤمنو! جب مومن عورتوں سے نکاح کرلو، پھر دخول سے قبل طلاق دے دو، تو ان پر کوئی عدت نہیں۔ بس انہیں فائدہ پہنچائیں اور عمدگی کے ساتھ چھوڑ دیں۔‘‘

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّهٗ إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ قَبْلَ الْمَسِيسِ وَالْخَلْوَةِ فَلَا عِدَّةَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر خلوت اور مجامعت سے پہلے طلاق ہو جائے ،تو عورت پر کوئی عدت نہیں۔''

(زاد المسير : 472/3)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا طُلِّقَتْ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا فَتَذْهَبُ فَتَتَزَوَّجُ فِي فَوْرِهَا مَنْ شَاءَتْ، وَلَا يُسْتَثْنٰى مِنْ هٰذَا إِلَّا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، فَإِنَّهَا تَعْتَدُّ مِنْهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا بِالْإِجْمَاعِ أَيْضًا .

''علمائے کرام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ غیر مدخولہ کی طلاق کی کوئی عدت نہیں، وہ جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔ ہاں وہ عورت اس حکم سے خارج ہے، جس کا خاوند فوت ہو جائے، کیوں کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ خواہ وہ غیر مدخولہ ہی کیوں نہ ہو، چار مہینے دس دن عدت گزارے گی۔''

(تفسير ابن كثير : ١٩٤/٥)

(سوال): ایک یا دو طلاقیں دی، بیوی عدت میں ہے، کیا خاوند اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی رجوع کر سکتا ہے؟

(جواب): ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں۔ بیوی عدت میں ہے، خاوند اس کے نہ چاہتے

ہوئے بھی رجوع کرسکتا ہے، خواہ عورت کا ولی بھی نہ چاہتا ہو، تو بھی رجوع کا حق رکھتا ہے۔ اس پر قرآن وحدیث اور اجماع امت سے دلائل ہیں۔

قرآنی دلائل:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَالِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾

(البقرة : ٢٢٨)

''شوہر رجوع کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اگر صلح کا ارادہ ہو۔''

② قرآنی نص ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾

(البقرة : ٢٣١)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں، تو انہیں اچھے طریقے سے اپنے گھروں میں روک سکتے ہو۔''

③ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾

(البقرة : ٢٢٩)

''طلاق (سنی) دو مرتبہ ہے۔ اس میں یا تو اچھے طریقے سے رجوع کر لیا جائے یا حق تلفی کیے بغیر رخصت کر دیا جائے۔''

حدیثی دلائل:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، تو ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ العِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ.

''انہیں کہیں کہ رجوع کر لیں، پھر طہر تک روکے رکھیں، تا آنکہ بیوی حیض کے بعد دوبارہ طہر میں آ جائے۔ پھر رکھنا چاہیں، تو رکھیں، طلاق دینا چاہیں، تو طلاق دے دیں۔ اللہ کا مقرر کردہ اندازِ طلاق یہی ہے۔''

(صحيح البخاري: ٥٢٥١، صحيح مسلم: ١٤٧١)

② مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ، ثُمَّ يَقَعُ بِهَا، وَلَمْ يُشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا، وَلَا عَلٰى رَجْعَتِهَا، فَقَالَ: طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، أَشْهِدْ عَلٰى طَلَاقِهَا، وَعَلٰى رَجْعَتِهَا، وَلَا تَعُدْ.

''سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کی بابت پوچھا گیا، جو اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے جماع کر لیتا ہے اور طلاق و رجوع پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ آپ نے طلاق و رجوع میں سنت کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا طلاق و رجوع پر گواہ بنائیں اور آئندہ ایسا مت کریں۔''

(سنن أبي داؤد: ٢١٨٦، سنن ابن ماجه: ٢٠٢٥، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔ (تُحفة المُحتاج : ١٤٨٨)

③ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، بعد میں رجوع کرلیا۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٢٨٣، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : ٥٧٢٣، سنن ابن ماجه : ٢٠١٦، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۷۵) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا طَلَّقَ حَفْصَةَ أُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَرَاجَعَهَا .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رجوع کرنے کا کہا گیا، آپ نے رجوع کرلیا۔''

(الطّبقات الكبرىٰ لابن سعد : ٦٧/٨، وسندهٗ حسنٌ)

اجماع:

علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ الزَّوْجَ رَجْعَةٌ .

''علمائے کرام کا اجماع ہے کہ خاوند رجوع کا حق رکھتا ہے۔''

(سُبُل السّلام : ٣٤٨/٣)

سوال: ایک یا دو طلاقیں دیں، بیوی عدت میں تھی کہ شوہر کی وفات ہوگئی، کیا بیوی

وارث بنے گی؟

(جواب): بیوی وارث بنے گی، اسی طرح بیوی دورانِ عدت فوت ہو جائے، تو شوہر وارث بنے گا۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ فِي مَرَضِهٖ فَبَتَّهَا قَالَ : أَمَّا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَوَرَّثَهَا، وَأَمَّا أَنَا فَلَا أَرٰى أَنْ أُوَرِّثَهَا بِبَيْنُونَتِهٖ إِيَّاهَا .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا، جو اپنے مرض الموت میں طلاقِ بتہ دے۔ فرمانے لگے: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تو اسے وارث قرار دیتے ہیں، جب کہ میں اسے وارث نہیں سمجھتا، کیوں کہ وہ اسے طلاقِ بتہ دے چکا ہے۔'' (السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٣٦٢/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ هُوَ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ الزَّوْجُ مُخَيَّرًا مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ بَيْنَ تَرْكِهَا لَا يُرَاجِعُهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، فَتَمْلِكُ أَمْرَهَا فَلَا يُرَاجِعُهَا إِلَّا بِوَلِيٍّ وَرِضَاهَا، وَصَدَاقٍ، وَبَيْنَ أَنْ يُشْهِدَ عَلَى ارْتِجَاعِهَا فَقَطْ فَتَكُونُ زَوْجَتَهٗ أَحَبَّتْ أَمْ كَرِهَتْ بِلَا وَلِيٍّ وَلَا صَدَاقٍ، لَكِنْ بِإِشْهَادٍ فَقَطْ، وَلَوْ مَاتَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ تَمَامِ الْعِدَّةِ وَقَبْلَ الْمُرَاجَعَةِ وَرِثَهُ الْبَاقِي مِنْهُمَا وَهٰذَا لَا

خِلَافَ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ .

''رجعی طلاق یہ ہے، جس میں خاوند یا تو اپنی بیوی کو عدت کے اختتام تک چھوڑے رکھے۔ عدت کے بعد عورت آزاد ہے۔ خاوند دوبارہ بسانا چاہے، تو عورت کی رضا مندی، ولی کی اجازت اور نئے حق مہر کے ساتھ اسے بیوی بنا سکتا ہے، یا پھر (عدت کے دوران) گواہ بنا کر رجوع کر لے، تو وہ اس کی بیوی رہے گی، بیوی (اس رجوع پر) راضی ہو، یا نہ ہو۔ اس میں کسی ولی یا نئے حق مہر کی ضرورت نہیں، بس گواہی کافی ہے۔ عدت ختم ہونے یا رجوع سے پہلے خاوند یا بیوی فوت ہو جائے، تو دوسرا وارث بنے گا۔ اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔'' (المحلّٰی بالآثار : ٩/٤٨٤)

❀ نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اجماع ذکر کیا ہے۔

(مجموع الفتاویٰ : ٩/٣٣)

سوال: ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں، عورت کی عدت بھی ختم ہو گی، اب گھر آباد کرنے کی کیا صورت ہے؟

جواب: نکاحِ جدید کے ساتھ بیوی بنا سکتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرة : ٢٣٢)

''جب تم بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تو تم (اولیا) انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا

مند ہو جائیں۔‘‘

② سیدنا **معقل بن یسار** رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَخَطَبَهَا، فَأَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ : ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢)

’’سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، عدت ختم ہونے تک چھوڑے رکھا، پھر نکاح کا پیغام بھیجا، تو سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٢)**’’انہیں اپنے سابقہ شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔‘‘**(صحيح البخاري : ٤٥٢٩)

③ سیدنا **معقل بن یسار** رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ : لَا، وَاللّٰهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا، قَالَ : فَفِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : ٢٣٢) الْآيَةَ، قَالَ : فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ .

’’مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے

اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاق رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہوگئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔'' اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔'' (سنن أبي داود: ۲۰۸۷، وسندہٗ حسنٌ)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

أَنْ يُطَلِّقَهَا دُونَ الثَّلَاثِ ثُمَّ تَعُودَ إِلَيْهِ بِرَجْعَةٍ، أَوْ نِكَاحٍ جَدِيدٍ قَبْلَ زَوْجٍ ثَانٍ فَهَذِهِ تَرْجِعُ إِلَيْهِ عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ طَلَاقِهَا بِغَيْرِ خِلَافٍ نَعْلَمُهُ.

''تین سے کم طلاقیں دے بیٹھے اور دوسرے خاوند سے نکاح کر لینے سے پہلے رجوع یا نکاح جدید کر کے اسے واپس لے آئے، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ عورت اپنے خاوند کی طرف بقیہ طلاق کی بنا پر واپس آ سکتی ہے۔''

(المُغني: ۸/۴۴۱)

سوال: ایک یا دو طلاقیں ہوئیں، عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کر لی، اس نے بھی طلاق دے دی، کیا پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، تَطْلِيقَةً، أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ، ثُمَّ تَرَكَهَا، حَتّٰى تَحِلَّ، وَتَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، فَيَمُوتُ عَنْهَا، أَوْ يُطَلِّقُهَا، ثُمَّ يَنْكِحُهَا زَوْجُهَا الْأَوَّلُ، فَإِنَّهَا تَكُونُ عِنْدَهٗ عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ طَلَاقِهَا.

جس عورت کو اس کا خاوند ایک یا دو طلاقیں دے دے اور عدت ختم ہو جانے تک رجوع نہ کرے، عورت کسی اور سے شادی کر لے اور وہ فوت ہو جائے یا طلاق دے دے، پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لے، تو یہ عورت پہلے خاوند کے پاس بقیہ طلاق کی بنا پر رشتۂ ازدواج قائم رکھ سکتی ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٥٨٦/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٣٦٥/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا رَجُلٌ آخَرُ فَيُطَلِّقُهَا أَوْ يَمُوتُ عَنْهَا فَيَتَزَوَّجُهَا زَوْجُهَا الْأَوَّلُ قَالَ : فَتَكُونُ عَلٰى طَلَاقٍ جَدِيدٍ ثَلَاثٍ.

''ایک شخص نے دو طلاقیں دیں، پھر اس عورت سے کسی اور نے شادی کر لی۔ دوسرے خاوند نے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا، تو وہ پہلے خاوند سے شادی کر لیتی ہے۔ اس صورت حال کے متعلق سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ نئی تین طلاقوں کا مختار ہوگا۔'' (السّنن الكبرٰى : ٣٦٥/٧، وسندهٗ صحيحٌ)

رہا طلاقِ جدید کا مسئلہ، تو یہ مرجوح ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہی راجح ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کر کے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلٰی ذٰلِكَ السُّنَّةُ عِنْدَنَا الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا .

''اس مسئلہ میں ہمارے ہاں بغیر کسی اختلاف کے یہی طریقہ رائج ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ۵۸۶/۲)

سوال: حاملہ کو طلاقِ رجعی ہو یا بائن یا وہ شوہر کی وفات کی عدت میں ہو، تو اس کا نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: ہر دو صورت میں نان ونفقہ خاوند پر واجب ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

(الطّلاق : ٦)

''عورتیں حاملہ ہوں، تو وضعِ حمل تک ان پر خرچ کریں۔''

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو تین طلاقیں ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا .

''آپ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، الا کہ آپ حاملہ ہوتیں۔''

(سنن أبي داود : ۲۲۹۰، وسندهٗ صحيحٌ)

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الْمَبْتُوتَةُ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا، حَتّٰى تَحِلَّ، وَلَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ،

إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، فَيُنْفَقُ عَلَيْهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا .

''طلاقِ بتہ والی عورت عدت ختم ہونے تک گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔ اس کے لیے نفقہ بھی نہیں ہوگا، ہاں حاملہ ہو، تو وضعِ حمل تک خرچہ شوہر کے ذمہ ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك : ٨٣٧/٤)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَمْرُ عِنْدَنَا . ''ہمارا بھی یہی مؤقف ہے۔'' (ایضاً)

سوال: اگر ایک یا دو طلاقیں ہو جائیں، تو دورانِ عدت نفقہ وسکنی کس کے ذمہ ہے؟

جواب: رجعی طلاق میں دورانِ عدت تمام اخراجات اور رہائش بذمہ شوہر ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ .

''رجعی طلاق میں ہی عورت کے لیے نفقہ وسکنی ہے۔''

(سنن النّسائي : ٣٤٠٣، وسندهٗ صحيحٌ)

اس پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے۔

حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْمُعْتَدَّةِ الرَّجْعِيَّةِ أَنَّهَا تَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ، وَالسُّكْنٰى عَلٰى زَوْجِهَا .

''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ طلاقِ رجعی کی عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ وسکنی خاوند کے ذمہ ہے۔'' (شرح السُّنّة : ٣٠٢/٩)

سوال: نکاح ہوا، مگر رخصتی سے پہلے ہی شوہر فوت ہو گیا، کیا بیوی عدت گزارے گی؟

(جواب): جی ہاں، عدت گزارے گی، کیونکہ شوہر کی وفات پر عدت مطلق بیان ہوئی ہے، اس میں استثنیٰ نہیں ہے۔

(سوال): بیوی رجعی طلاق کی عدت میں تھی کہ خاوند فوت ہوگیا، تو کیا کرے گی؟

(جواب): وہ اس عدت کو عدتِ وفات میں بدل دے گی، یعنی چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔

(سوال): نکاح سے پہلے ولیمہ کیسا ہے؟

(جواب): خلاف شرع ہے۔ ولیمہ نکاح کے بعد کی سنت ہے۔ اگر کوئی نکاح سے پہلے ولیمہ کرے گا، تو نکاح کی برکت ختم ہوسکتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

جُعِلَ الذِّلَّةُ، وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي .

''جو میری حکم عدولی کرے گا، ذلت ورسوائی اس پر مسلط کردی جائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : ۵۰/۲، وسندهٗ حسنٌ)

❀ احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''ولیمہ زفاف ''شب عروسی'' کی سنت ہے اور نا بالغ بھی زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔''

(ملفوظات، حصہ سوئم، ص۲۶۲)

(سوال): اگر کسی نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا اور فوت ہوگیا، کیا بیوی کا مہر قرضہ میں شمار ہوگا یا نہیں؟

(جواب): بیوی کا مہر قرض میں شمار ہوگا اور تقسیم ترکہ سے پہلے اس کی ادائیگی ہوگی۔

سوال: زانیہ حاملہ سے نکاح کیا، خلوت بھی اختیار کی، پھر طلاق دے دی، تو کتنا حق مہر شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: زانیہ حاملہ اگر اسی شخص سے نکاح کرے، جس سے زنا کیا ہے، تو دوران حمل نکاح ہوسکتا ہے، البتہ کسی اور شخص سے دوران حمل نکاح نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی سے نکاح کیا، تو یہ باطل ہے، البتہ خلوت اختیار کرنے کی صورت میں عورت پورے مہر کی مستحق ہے، کیونکہ باطل نکاح میں بھی خلوت اختیار کرنے سے مہر واجب ہوجاتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهُ .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکم وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

ثابت ہوا کہ باطل نکاح کے ذریعہ ہم بستر ہونے سے بھی مہر واجب ہوجاتا ہے۔

(سوال): اگر شوہر بیوی سے کہے کہ میری اجازت کے بغیر کہیں نہ جانا، ورنہ مہر ادا نہیں کروں گا، پھر عورت بغیر اجازت چلی گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): مہر ادا کرنا شوہر پر لازم ہے اور عورت پر لازم یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے اجازت کے بغیر کہیں نہ جائے، اب اگر دونوں میں سے کوئی اپنا فرض ادا نہ کرے، تو اس سے دوسرے کا فرض ساقط نہیں ہوتا، لہٰذا ہر صورت عورت کو مہر دینا شوہر کے ذمہ ہے، خواہ وہ بات مانے یا نہ مانے، اجازت لے، یا نہ لے۔

(سوال): پہلے نکاح دو ہزار روپے حق مہر کے عوض کیا، پھر اسی عورت سے تجدید نکاح دس ہزار روپے حق مہر کے عوض کیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): ہر نکاح کے لیے الگ مہر لازم ہے۔ دونوں مہر شوہر کے ذمہ ہیں، نیز ایک ہی عورت سے اگر دوسری مرتبہ نکاح ہو، تو اس کا مہر پہلے مہر سے مختلف ہوسکتا ہے۔

(سوال): اگر غلطی سے رضاعی بہن بھائی کا نکاح ہوگیا، تو مہر لازم ہوگا یا نہیں؟

(جواب): رضاعی بہن بھائی کا نکاح نہیں ہوتا، یہ حرام رشتہ ہے، کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں، البتہ اگر نکاح ہوگیا، تو خلوت کی صورت میں پورا حق مہر لازم ہوگا، خواہ نکاح غلطی سے ہوا ہو، یا جانتے بوجھتے ہوا ہو، کیونکہ ہر باطل نکاح میں خلوت سے مہر لازم ہوجاتا ہے۔

(سوال): بغیر مہر کے نکاح ہوا اور خلوت سے پہلے طلاق ہوگئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): نکاح میں مہر ہونا ضروری ہے، بغیر مہر نکاح نہیں ہوتا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں چونکہ خلوت اختیار نہیں کی گئی، تو کچھ مہر لازم نہ ہوگا۔

(سوال):خلوت سے پہلے طلاق دینے سے مہر لازم ہوگا یا نہیں؟

(جواب):اگر نکاح صحیح ہے،تو خلوت سے پہلے طلاق دینے سے نصف مہر لازم ہوگا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾(البقرة : ٢٣٧)

''تم نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی اور اس کا مہر بھی مقرر کیا تھا،تو مقررہ مہر کا نصف ادا کرنا ضروری ہے۔''

(سوال):جس بیماری میں بیوی نے مہر معاف کیا،اسی بیماری میں بیوی فوت ہوگئی، کیا مہر معاف ہوا یا نہیں؟

(جواب):اگر بیوی نے ہوش وحواس میں بغیر کسی دباؤ کے مہر معاف کیا تھا،تو حق مہر معاف ہے،شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی نہیں۔

(سوال):اگر بیوہ نکاح کرلے،تو پہلے خاوند کے ترکہ اور مہر کی مستحق رہتی ہے؟

(جواب):بیوہ آگے نکاح کرے یا نہ کرے، پہلے خاوند سے ترکہ اور مہر کی مستحق رہتی ہے، نیز کوئی بیوہ کو نکاح سے نہیں روک سکتا، بلکہ وہ ولی کی اجازت سے آگے نکاح کرلے، یہی اس کی آئندہ زندگی کے لیے بہتر ہے، ورنہ وہ زندگی بھر دوسروں کے سہارے کی محتاج رہے گی اور خوش حال زندگی بسر نہیں کر سکے گی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا ابنِ حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے، مدینہ میں فوت ہوگئے،تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو پیشکش کی، میں نے کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، انہوں نے فرمایا: میں غور وفکر کروں گا، (پھر بتاؤں گا)، میں کچھ راتیں ٹھہر گیا، پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا: میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ میں اس وقت شادی نہ کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں (آخر ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا)۔''

(صحيح البخاري : 5129)

سوال: مہر مؤجل طے ہوا تھا، مگر شوہر نے معجّل ادا کر دیا اور بیوی نے اس رقم کا زیور بنالیا، تو کیا وفات شوہر کے بعد عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

جواب: جب مہر کو معجّل کر کے ادا کر دیا گیا، تو اب مطالبہ نہیں۔

سوال: نکاح کے وقت پورا مہر ادا کر دیا، مگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی، تو کیا اب شوہر آدھا مہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں عورت نصف مہر کی مستحق ہے، اب اگر شوہر چاہے، تو آدھا مہر واپس لے سکتا ہے، اگر معاف کر دے، تو بہتر ہے۔

سوال: کیا لونڈی کی آزادی کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور اسی آزادی کو حق مہر بنایا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ، وَجَعَلَ

عِتْقَهَا صَدَاقَهَا .

''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر بنا دیا۔''

(صحيح البخاري : 5086، صحيح مسلم : 1365)

(سوال): مہر معجّل کا مطالبہ لڑکے سے ہوگا یا اس کے والد سے؟

(جواب): اگر لڑکا بالغ ہے، تو مہر کا مطالبہ لڑکے سے ہوگا اور اگر لڑکا نابالغ ہے، تو مہر معجّل کا مطالبہ لڑکے کے والد سے ہوگا۔

(سوال): مہر کس کی ملکیت ہے؟

(جواب): مہر دلہن کی ملکیت ہے، وہ اس میں پورا تصرف کر سکتی ہے۔

(سوال): مہر کتنا ہونا چاہیے؟

(جواب): مہر حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے، حیثیت سے زیادہ مہر مستحسن نہیں۔

(سوال): کنواری کہہ کر مہر دس ہزار مقرر کیا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ شوہر دیدہ ہے، تو اس صورت میں مہر کتنا ہوگا؟

(جواب): لڑکی والوں نے جو دھوکہ دیا اس پر گناہ گار ہوئے، مگر چونکہ دس ہزار مہر پر نکاح ہوا، تو اب شوہر کے ذمہ دس ہزار ہی واجب الادا ہوں گے۔

(سوال): نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت قابل جماع نہیں، تو کیا مہر واجب ہوگا؟

(جواب): اگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی، تو نصف مہر شوہر کے ذمہ ہے۔